سوال

(45) میت کے ناخن یا مونچھیں اگر بڑھ گئی ہوں

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سوال :... (۱) ایک لمبا بیمار مر جاتا ہے، اس کی حجامت بنانے والی ہوتی ہے، یوں ہی دیکھا جائے تو اس کی شکل اور ڈراونی لگتی ہے، اگر اس کے لب وغیرہ درست کر دیئے جائیں، تو کیا جائز ہے اور...

سوال :... (۲) خاوند یا بیوی میں سے کوئی مر جائے تو کیا وہ ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔ ایک صاحب اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

میت کے ناخن وغیرہ: میت گو اب دنیا کے تکلفات اور ریت پرست سے دور چلی گئی ہے، اور بہت دور تا ہم ہمیں حکم ہے کہ اسے انسان سمجھیں اور اس کے ساتھ شائستہ، باوقار اور شایان شان معاملہ کریں، مثلاً یہ کہ اس کو نہلا کر خوشبو لگائی جائے، کفن سفید اور ستھرا دیا جائے، اس کو اچھے نام سے یاد کیا جائے، اس کی قبر پر نہ بیٹھا جائے، اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں، وغیرہ وغیرہ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اب بھی اس کی شکل وصورت اور صفائی کا خیال رکھا جائے تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہے بلکہ بہتر ہے۔

حضرت زینب (حضور کی صاحبزادی) کا انتقال ہوا تو ان کے بالوں کو کنگھی کی گئی۔

((ان ام عطیة قالت مشطنا ھا ثلثة قرون)) (بخاری ج ۱ ص ۱٦۷)

((ولمسلم من روایة ایوب عن حفصة عن ام عطیة مشطنا ھا ثلثة قرون وفیه حجة للشافعی ومن وانقه علی استحباب تسریح الشعر (فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۳) وفی روایة مشطتھا ثلثه قرون (ابن ابی شیبة ج ۳ ص ۲۵۲ ورواہ ایضاً ابن ماجه والنسائی وغیرھما))

حضرت حسن کا ارشاد ہے کہ میت کے ناخن کاٹے جائیں گے۔

((عن منصور عن الحسن قال تقلم اظفار المیت)) (مصنف ابن ابی شیبة ج ۳ ص ۲۴۷)

مصنف عبد الرزاق کے الفاظ یہ ہیں۔

((عن معمر عن الحسن فی شعر مانۃ المیت انکان وافرا؟ قال یوخذ منہ (محلی لابن حزم ج ۵ ص ۱۸۲))

ابو الملیح الہذلی نے وصیت کی تھی کہ جب ان کا انتقال ہوا، تو اس کے ناخن اور بال کاٹے جائیں۔

((اوصام فقال اذا مات ان یاخذوا من شعرہ واظفارہ)) (مصنف ج ۳ ص ۲۴۷)

ابو الملیح ہذلی، حضرت اسامہ بن عمیر (والد) حضرت انس اور حضرت عائشہ کے شاگرد ہیں۔ ۹۸ھ میں وفات پائی ہے۔ (خلاصہ ص ۳۹۶)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کے شاگرد حضرت بکر بن عبد اللہ المزنی (احد الاعلام) کا یہ دستور تھا کہ جب کسی میت کے بال اور ناخن بڑھے ہوئے تو وہ انہیں کاٹ دیتے۔

((عن حمید عن بکر انہ کان اذا رای من المیت شیئًا فاحشا من شعر وظفر اخذہ وقلمہ)) (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۲۴۷)

اگر میت کے زیر ناف کے بال بھی بڑھے ہوتے تو حضرت سعد بن ابی وقاص اُسترا منگوا کر اسے مونڈ دیتے تھے۔

((عن ابی قلابۃ ان سعدا غسل میتا فدعا بموسی فحلقہ)) (ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۴۷)

مصنف عبد الرزاق میں اس کی تصریح آئی ہے کہ یہ سعد حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔ (ملاحظہ ہو محلی ج ۵ ص ۱۸۲)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کنگھی کرنے کو فرماتی تھیں۔

((انھا قالت سرح شعر المیت فانہ یجعل معہ)) (مصنف ج ۳ ص ۲۴۸)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق فطرت سے ہے، اس لیے فطرت کی صورت میں اسے رب کے پاس بھیجا جائے۔

((وصح بان کل ذلک من الفطرۃ فلا یجوز ان یجھز الی ربہ تعالیٰ الا علی الفطرۃ التی مات علیھا)) (محلی ج ۵ ص ۱۸۱)

نیز لکھتے ہیں کہ اس کے جو مخالف ہیں، وہ ایسے صحابی کی مخالفت کو عظیم جرم تصور کرتے ہیں۔ جن کا کوئی مخالف نہ ہو، یہاں بھی یہی بات ہے کہ حضرت سعد کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے، گویا کہ یہ اجماع سکوتی ہے۔

((وھم یعظمون مخالفت الصاحب الذی لا یعرف لہ مخالف من الصحابۃ رضی اللہ عنھم وھذا صاحب لا یعرف لہ منھم مخالف)) (محلی ۵ ص ۱۸۲)

احناف کے نزدیک یہ کام جائز نہیں ہیں۔

((ولا یرح شعر المیت ولا لحیتہ ولا یقص ظفرہ ولا شعرہ لقوم عائشۃ علام تنقصون میتکم ولان ھذہ الاشیاء للزینۃ وقد استغنی المیت عنھا)) (ہدایۃ باب الجنائز ج ۱ ص ۱۷۹)

مگر حضرت عائشہ والی روایت منقطع ہے۔

((وھو منقطع بین ابراھیم وعائشۃ)) (درایۃ باب مذکور)

باقی رہی زینت کی بات؟ سو مردہ بھی ایک حد تک اس کا مستحق ہے، آخر اس کو نہلایا جاتا ہے، اچھا کفن دیا جاتا ہے، اس کو خوشبو بھی لگائی جاتی ہے، بہر حال زینت نہ سہی، اس کو بری

حالت میں خدا کے ہاں بھیجنا مناسب نہی محسوس ہوتا۔ واللہ اعلم۔

خاوند بیوی کا ایک دوسرے کو غسل دینا، اس مسئلہ پر تو اجماع ہے کہ جب شوہر مر جائے، تو عورت اس کو غسل دے سکتی ہے۔

((نقل ابن المنذر وغیرہ الاجماع علی جواز غسل المرأۃ زوجها)) (التعلیق المجد ج ۵ ص ۱۲۹)

((قال الشاہ ولی اللہ، واتفقوا علی جواز غسل المرأۃ زوجها)) (سوی شرح مؤطا ج ا ص ۱۹۱)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے، تو آپ کی زوجہ محترمہ (حضرت اسماء بنت عمیس) نے صحابہ کی موجودگی میں غسل دیا۔

((ان اسماء بنت عمیس امرأۃ ابی بکر الصدیق غسلت ابا بکر الصدیق حین توفی ثم خرجت فسالت من حضرها من المهاجرین فقالت انی صائمة وان هذا یوم شدید البرد قالوا لا)) (مؤطا مالک ج ا ص ۱۹۱ و مؤطا محمد ص ۱۲۹)

اس کی بھی وصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

((عن ابی ملیکة، ان ابا بکر الصدیق حین حضرته الوفاۃ اوصی اسماء بنت عمیس ان تغسله وکذا قال ابن شداد)) (مصنف ۳ ص ۲۴۹ ابن ابی شیبة باب فی المرأۃ تغسل زوجها)

حضرت جابر بن زید نے اپنی بیوی کو وصیت کی تھی کہ وہ ان کو غسل دے۔

((انه اوصیٰ ان تغسله امرأۃ)) (ابن ابی شیبة ۳ ص ۲۴۹)

حضرت ابو موسیٰ کو اس کی اہلیہ نے غسل دیا تھا۔ (ایضاً ج ۳ ص ۲۴۹)

((عن ابراهیم بن مهاجر ان ابا موسیٰ غسلته امراته)) (ایضاً ۳ ص ۲۵۰)

حضرت عبد الرحمان بن عوف کے صاحبزادے حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر عورتوں میں مرد مر جائے تو اس کی اہلیہ اس کو غسل دے۔

((فی الرجل یموت مع النساء قال تغسله امراته)) (ایضاً)

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی اسے غسل دے۔

((تغسل المرأۃ زوجها)) (ایضاً)

ہاں اس امر میں اختلاف ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے یا نہ؟ احناف اس کو جائز نہیں سمجھتے، مگر یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ یہ بات صحیح حدیث کے خلاف ہے، حضور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اگر آپ کا مجھ سے پہلے انتقال ہو گیا تو آپ کو غسل بھی میں دوں گا، اور کفن بھی میں پہناؤں گا۔

((لومت قبلی لغسلتك وكفنتك)) (احمد والدارمی وابن ماجہ وابن حبان والدار قطنی والبیهقی۔ (تلخیص الحبیر ص ۱۵۴)

امام بیہقی فرماتے ہیں، محمد بن اسحاق مدلس ہیں۔ یہاں عنعنہ ہے، امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت میں محمد بن اسحاق منفرد نہیں ہے، بلکہ صالح بن کیسان اس کا متابع ہے، کما رواہ احمد والنسائی (تلخیص ص ۱۵۴) فرماتے ہیں ((لغسلتك)) غلط ہے ((فغسلتك)) صحیح ہے۔ (ایضاً)

علامہ سندھی لکھتے ہیں، مجمع الزوائد والے فرماتے ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

((وفی الزوائد اسنادہ رجالہ ثقات)) (حاشیہ سندھی علی ابن ماجہ ا ص ۴۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر وہ بات مجھے پہلے معلوم ہو جاتی، جو بعد میں معلوم ہوئی تو حضورﷺ کو ان کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔

((لوکنت استقبلت من امری ما استدبرت ما غسل النبیﷺ الا نساء ہ)) (ابن ماجہ ا ص ۱۴۶)

سندھی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی تدلیس کا اندیشہ بھی نہیں ہے، کیونکہ حاکم وغیرہ کی روایت میں سماع کی تصریح آگئی ہے۔

((ومع ذلک ذکرہ صاحب الزوائد ایضاً فقال اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات لان محمد بن اسحاق دون کان مدلساً لکن قد جاء عنہ التصریح بالتحدیث فی روایۃ الحاکم وغیرہ)) (حاشیہ علی ابن ماجہ ا ص ۴۴۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

((ان علیا غسل فاطمۃ رواہ الشافعی والدار قطنی وابو نعیم فی الحلیۃ والبیھقی)) (تلخیص الجبیر ص ۱۷۰ وقال اسنادہ حسن)

اور اس سلسلے میں جو اعتراض کیے گئے ہیں۔ اس کا بھی جواب دیا۔ (تلخیص ص ۱۷۰) در مختار میں ہے اس پر بعض صحابہ کا انکار لکھا ہے، مگر وہ کو ہیں اور کس کتاب میں ہے؟ اس کا کچھ پتہ نہیں،

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

((عن ابن عباس قال، الرجل احق بغسل امرأتہ)) (ابن ابی شیبۃ ۳ ص ۲۵۰)

عبد الرحمن حضرت عائشہ کے شاگرد ہیں، اسی حج اور اسی عمرے کیے ہیں۔ (خلاصہ تذہیب الکمال ص ۱۹۰)

حضرت سلیمان بن بسیار فرماتے ہیں، کہ شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔

((یغسل الرجل امرأتہ)) (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳ ص ۲۵۰)

حضرت عون بن ابی جمیلہ (تبع تابعین میں سے) فرماتے ہیں کہ میں حضرت قسامۃ اور ان شیوخ کے پاس موجود تھا، جنہوں نے حضرت عمر کو پایا تھا۔ فرماتے ہیں ایک شخص نے اپنی بیوی کو غسل دینے کا ان سے ذکر کیا تو کسی نے ان پر اعتراض نہ کیا۔

((شھد قسامۃ بن زھیر واشیاخاً ادرکوا عمر بن الخطاب وقد اناھم رجل فاخبرھم ان امرأتہ ماتت فامرتہ ان لا یغسلھا غیرہ فغسلھا فما منھم احدا انکر ذلک)) (محلی ابن حزم ۵ ص ۱۸۰ وابن ابی شیبۃ طویلا ۳ ص ۲۵۱)

حضرت جابر بن زید فرماتے ہیں کہ مرد انی بیوی کو غسل دینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

((الرجل احق ان یغسل امرأتہ من اخیھا)) (محلی ۵ ص ۱۷۹)

حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ اور حضرت ابن عمر جیسے جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں، حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے، وہ علماء میں سے ہیں۔

((ھو من العلماء)) (خلاصہ تذھیب الکمال ص ۵۰)

عبدالرحمن الاسود فرماتے ہیں کہ اپنی بیویوں کو میں خود غسل دیا کرتا ہوں، ان کی ماؤں اور بہنوں کو روک دیتا ہوں۔

((انی لا غسل نسائی واحول بینھن وبین امھاتھن وبناتھن واخواتھن)) (محلی ۵ ص ۱۷۹)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔

((یغسل کل واحد صاحبہ)) (محلی ۵ ص ۱۷۹ اوابن ابی شیبۃ ۳ ص ۲۵۰)

حضرت حسن بصری تمام شیوخ صوفیہ کی آخری کڑی ہیں، ان کے بعد حضرت علی کا سلسلہ چلتا ہے، آپ حضرت جندب، حضرت انس، حضرت عبدالرحمن بن سمرۃ، حضرت معقل بن یسار، حضرت ابوبکرۃ اور حضرت سمرۃ جیسے عظیم صحابہ کے شاگرد ہیں۔ (خلاصہ ص ٦٦)

حضرت امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ جس صحابی کا مخالف کوئی صحابی نہ ہو، حنفی اس سے خلاف کرنے کو عظیم جرم تصور کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کی یہ روایت ہے، کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی مگر یہ خود اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

((والحنفیون یعظمون خلاف الصاحب الذین لا یعرف لہ معھم فخالف وھذہ روایۃ عن ابی عباس لا یعرف لہ من الصحابۃ مخالف وقد خالفوہ)) (محلی ۵ ص ۱۸۰)

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ کسی مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو ہاتھ نہ لگے، اس کا تعلق زندوں سے ہے، مردوں سے نہیں ہے، اگر اس کا تعلق اس سے بھی کرنا ہے، تو دلیل چاہیے، ((اذلیس فلیس)) اگر مردہ زندہ پر قیاس کرنا ہے، تو یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے، رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو حضرت ابوطلحہ نے قبر میں اتارا تھا۔ اور اس میں بدن کا چھونا ہوتا ہے، حضرت اسماء نے حضرت ابوبکر کو غسل دیا تھا۔ اور حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا کہ اگر آپ کا پہلے انتقال ہوا تو میں آپ کو غسل بھی دوں گا، او کفن بھی پہناؤں گا۔

''وآنکہ زن مرد مردہ را زیندونہ غسل وبد اگرچہ خوف فتنہ نباشد مستندی نہ دارد بلکہ وجوب سر بنسبت احیاء است، بہ نسبت اموات دلیلی می طلبد ولیس فلیس، واگر قیاس کنند براحیائ، قیاس مع الفارق است وابوطلحہ بنت آنحضرت ﷺ را در قبر نزود آوردہ و نزود آوردن ناچار بس میکند واسماء بنت عمیس غس واد ابوبکر صدیق او آنحضرت ﷺ فرمودند حضرت عائشہ را۔''

تنبیہ: ... جہاں صرف عورتیں ہوں، اور مرد مر جائے، یا صرف مرد ہوں، اور ایک عورت فوت ہو جائے ان میں بیوی یا شوہر نہ ہو، تو پھر کیا ہونا چاہیے؟ اس میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا کہنا ہے کہ کپڑوں میں سے اسے نہلا دیں، دوسری جماعت کا نظریہ ہے کہ اگر عورت ہے تو اس کے صرف چہرہ یا ہاتھوں کا تیمم کرائیں، اگر مرد ہو تو چہرہ کے ساتھ کہنیوں تک اس کا تیمم کرائیں، بعض بزرگوں کا ارشاد ہے، تیمم نہ غسل، بس انہیں یوں ہی دفن کر دیں،

((فقال قوم، یغسل کل واحد منھما صاحبہ من فوق الثیاب وقال قوم تیمم کل واحد مھما صاحبہ وبہ قال الشافعی وابو حنیفۃ وجمھور العلماء قال قوم لا یفضل واحد منھما صاحبہ ولا تیممہ وبہ قال اللیث بن سعد بل یدفن من غیر غسل ولذلک وای مالک ان تیمم الرجل المراۃ فی یدیھا ووجھما فقط... وان تیمم المراۃ الرجل الی الرفقین)) (بدایۃ المجتھد ا ص ۲۲۷)

شاہ ولی اللہ نے امام شافعی کا مذہب پیرہن میں غسل دینا بتایا ہے۔ (مصفیٰ ج ا ص ۱۹۲) امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ کپڑوں میں اسے غسل دینے میں کوئی محظوطہ لازم نہیں آتا۔

(محلی جلد نمبر ۵ ص ۱۸۰) کیونکہ تیمم کے لیے شرط عدم الماء ہے۔ (ایضاً ج ۵ ص ۱۸۱) مگر یہ استدلال صحیح نہیں، کیونکہ بیمار بھی کر سکتا ہے، زہری اور قتادہ بھی پیرہن میں غسل دینے کو کہتے ہیں، ((تغسل وعلیها ثیاب)) (محلی ۵ ص ۱۸۱) فرماتے ہیں کہ یہ بھی عجیب بات ہے کہ کپڑے سے اوپر چھونے سے بھاگے مگر تیمم میں چھو ہی لیا،

((والعجب ان القائلین انها تیمم، فروا من المباشرة خلف ثوب وابا حرها علی البشرة وهذا جهل شدید وباللّٰه التوفیق)) (محلی ۵ ص ۱۸۱)

ہمارے نزدیک یہی مذہب اقرب الی الصوب ہے، حضور کو کپڑوں میں غسل دیا گیا تھا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر اور حضرت عطاء بھی کپڑوں میں غسل دینے کو فرماتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۳ ص ۲۴۹)

(محدث لاہور جلد ۵ عدد ۱۱۔۱۲) (عزیز زبیدی)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 05 ص 78-87

محدث فتویٰ